علامہ شاہ بلیغ الدین' کراچی

دو عالم سے کرتی ہے بیگانہ دل کو!

(امیر المؤمنین حضرت عبداللہ بن جحش کی ایمان افروز دعائے شہادت)

ہجرت کا دوسرا سال تھا' رجب کا مہینہ تھا کہ حضرت عبداللہ بن جحش کو یاد فرمایا گیا۔ حضرت امیمہ حضور اکرم ﷺ کی پھوپھی تھیں۔ حضرت عبدالمطلب کی صاحبزادی! عبداللہ انہی کے صاحبزادے تھے۔ حضرت زینب کے بھائی جو بعد میں ام المومنین بنیں!۔

حضرت عبداللہ دل کے کھرے اور فطرت کے بڑے نیک تھے' حضور اکرمؐ نے اعلان نبوت فرمایا تو ابھی کچھ زیادہ دن نہیں گزرے تھے کہ وہ ایمان لے آئے۔ اس وقت تک اللہ کے نبی دار ارقم میں بھی منتقل نہیں ہوئے تھے۔ کل مسلمان بارہ چودہ سے زیادہ نہ تھے۔ دونوں بھائی ابو احمد اور عبداللہ اور تینوں بہنیں حضرت زینب' حضرت ام حبیبہ اور حضرت امیمہ۔ اس موقع پر بھائی عبداللہ کی بیوی حضرت رحلہ بھی ساتھ تھیں۔ ان کی کنیت بھی ام حبیبہ تھی۔ یہ حضرت ابوسفیان کی صاحبزادی تھیں جو بعد میں ام المومنین بنیں۔

جب مسلمانوں نے یثرب کو ہجرت کی تو حضرت عبداللہ بن جحش بھی یہاں آ گئے۔ اس طرح کہ پہلے مکہ پہنچے وہاں سے اپنے قبیلے غنم دودان کو ساتھ لیا اور مدینۃ النبیؐ آ گئے۔ یہ سب کے سب ایمان لا چکے تھے۔ طبقات ابن سعد میں ہے بنی غنم کا محلہ بالکل خالی ہو گیا تھا۔ اور سائیں سائیں کرنے لگا تھا۔ حضرت عبداللہ کا اپنے قبیلے پر ایسا اثر تھا کہ ہجرت کا حکم آیا تو ان کا ایک آدمی بھی مکہ میں نہ رہا۔

مدینہ پہنچے تو رسالت پناہ ﷺ نے حضرت عاصم بن ثابت کے ساتھ ان کا بھائی چارہ کرا دیا۔ حضرت عاصم نے سارے قبیلے کو اپنا مہمان بنا لیا۔ ابھی نہ روزے فرض ہوئے تھے نہ مسلمانوں کا قبلہ بدلا تھا کہ ایک روز حضرت عبداللہ بن جحشؓ طلب فرمائے گئے۔ ہجرت کا دوسرا سال اور رجب کا مہینہ تھا اس موقع پر ایک خط ان کے حوالے کیا گیا اور جو کچھ ارشاد ہوا اس کا مطلب ہے.......... تم کو ایک مہم پر سردار بنا کر بھیجا جا رہا ہے ۔ تمہیں کیا کرنا ہوگا اور کس طرف جانا ہوگا۔ اس کی تفصیل اس خط میں لکھی ہے۔ یہ خط بند ہے۔ دو روز سفر کرنے کے بعد اسے کھول کر پڑھو اور جو ہدایت اس میں لکھی ہے اس پر عمل کرو۔

تنبیہ واشراف میں مسعودی لکھتے ہیں کہ گیارہ آدمیوں کو لے کر ابن جحشؓ چلے۔ بعضوں نے آٹھ آدمی لکھے ہیں۔ حضرت عکاشہ، حضرت عتبہ بن غزوان اور حضرت سعد بن ابی وقاص بھی ان میں شریک تھے۔ یہ لوگ نخلہ کی طرف چلے عراق کے راستے پر۔ دو روز کے بعد فرمان کھول کر پڑھا گیا تو اس میں لکھا تھا کہ......... مکہ اور طائف کے درمیان جو نخلستان ہے وہاں پہنچ کر قریش کی نقل وحرکت کا پتہ لگایا جائے اور ضروری حالات معلوم کئے جائیں۔

بات دراصل یہ تھی کہ اس زمانے میں افواہیں عام تھیں کہ مشرکین مکہ کسی وقت بھی مدینے پر حملہ کرنے پہنچ جائیں گے۔ مدینے کے یہودی کفار مکہ سے ملے ہوئے تھے۔ منافقین الگ سازشوں کے جال بُن رہے تھے کہ ابن جابر اور ان جیسے مخالفین مدینہ تک آتے، یہاں کی چراگاہوں پر حملہ کرتے، لوگوں کو پریشان کر کے چلے جاتے تھے۔ کبھی کبھی ابوجہل اور اس کے ساتھیوں کے خط مدینہ والوں کے نام آتے کہ......... مسلمانوں کو فوراً یثرب سے نکال باہر کرو ورنہ اچھی طرح سمجھ لو کہ ان کے ساتھ تمہاری بھی خیر نہیں! غرض یہ کہ سرد جنگ اپنی انتہا کو پہنچی ہوئی تھی۔ بہت جلد یہ افواہیں سچ نکلیں۔ کوئی مہینہ بھر یا اس سے زیادہ گزرا ہوگا کہ وہ دن آیا جسے قرآن میں یوم الفرقان کہا گیا ہے۔ یہ بدر کی لڑائی کا دن! حق باطل میں فرق کرنے والا دن۔

جب امیرِ لشکر ابن جحش نے فرمان نبوی کھول کر پڑھا تو ابن ہشام لکھتے ہیں کہ انہوں نے صاف کہہ دیا......... لوگو! میں رسول اللہ ﷺ کے اس فرمان کے حرب بحرف تعمیل کروں گا۔ تم لوگوں میں جو شہادت کا آرزومند ہو میرے ساتھ چلے۔ جس کا دل نہیں چاہتا وہ لوٹ جائے۔ کوئی پابندی نہیں۔ کوئی مجبوری نہیں!۔ حضرت سعد بن ابی وقاص چلائے۔ سب سے پہلے میں حاضر ہوں۔ دل وجان سے اس فرمان کی تعمیل کے لئے آمادہ ہوں پھر اور مسلمانوں نے جو ساتھ آئے تھے ابنِ جحشؓ سے کہا کہ......... امیر المومنین !اللہ کا نام لے کر آگے بڑھیئے ہم ہر طرح تیار ہیں۔

مسعودی کا خیال ہے کہ امیر المومنین کی اصطلاح تاریخ اسلام میں سب سے پہلے اسی موقع پر استعمال کی گئی۔ جب حضرت عمرؓ خلیفہ بنے تو یہ سوال پیدا ہوا کہ انہیں کس طرح مخاطب کیا جائے۔ لوگوں نے کہا......... خلیفۃ الرسول! حضرت عمرؓ نے فرمایا......... یہ تو حضرت ابوبکرؓ کے لئے مناسب تھا۔ میں تو خلیفہء خلیفہ الرسل ہوں! یہ سلسلہ بڑا لمبا ہو جاتا تھا اس لئے حاضرین میں سے کسی نے تجویز کیا کہ امیر المؤمنین کیوں نہ کہا جائے۔ یہ ان بزرگوں میں سے ایک تھے جو نخلہ کی مہم میں ابنِ جحش کے ساتھ شریک تھے۔ حضرت عمرؓ نے اس لقب کو پسند کیا اور یہ طرزِ تخاطب عام ہو گیا۔

عبداللہ بن جحشؓ اور آپ کے ساتھی مجاہد کھوج لگاتے پھر رہے تھے کہ قریش کا ایک قافلہ عمرو بن حضرمی کی سرکردگی میں ادھر آ نکلا۔ مسلمانوں سے اس کی مڈبھیڑ ہوئی۔ عمرو مارا گیا اور اس کے ساتھی گرفتار ہوئے۔ بہت سا مالِ غنیمت مسلمانوں کے ہاتھ آیا۔ عمرو پہلا آدمی ہے جو مسلمانوں کے ہاتھوں مارا گیا۔

حضرت عبداللہ بن جحشؓ کو خدا نے فکر و نظر کی بہترین صلاحتیں عطا فرمائی تھیں۔ آپ نے مالِ غنیمت کے پانچ حصے کئے۔ چار مجاہدوں میں بانٹ دیئے اور ایک حصہ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں پیش کرنے کے لئے محفوظ کر دیا۔ اس وقت تک بیت المال قائم ہوا تھا نہ غنیمت کی تقسیم کے بارے میں کوئی احکامات نازل ہوئے تھے۔ صاحب مشکوۃ لکھتے ہیں۔ جاہلیت میں طریقہ یہ تھا کہ چوتھائی حصہ سردار کے لئے محفوظ کیا جاتا تھا۔ حضرت عبداللہ مدینہ لوٹے تو انہوں نے مالِ غنیمت میں سے خُمس سرور عالم ﷺ کی خدمت مین پیش کیا۔ غنیمت مسلمانوں کے لے حلال ہوسکتی ہے یا نہیں؟ .... اس بارے میں آپ کو احکامِ خداوندی کا انتظار تھا۔ اس لئے اپنے اس خُمس کو جو اسلام میں پہلی فے یا غنیمت تھی قبول نہ فرمایا بلکہ الگ رکھ دیا۔ رجب کا مہینہ بڑا محترم مہینہ سمجھا جاتا تھا۔ اور قریش اس مہینے میں خونریزی نہ کرتے تھے۔ اب اس مہم میں جو خونریزی ہوئی تو ابن جحشؓ کو بڑا متہم کیا گیا لیکن اس موقع پر سورۂ بقرہ کے ستائیسویں رکوع کی کچھ آیتیں نازل ہوئیں۔ اللہ پاک نے انہیں ہر الزام سے بری کر دیا۔ خُمس کے بارے میں ان کے اجتہاد کو پسند فرمایا۔ امام زہری نے حضرت عروہ بن زبیر سے روایت کی ہے کہ یہ اسی مہم کے مجاہدوں کا ذکر ہے کہ باری تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

ان الذین امنوا والذین ھاجروا وجاھدوا فی سبیل اللہ اولئک یرجون رحمۃ اللہ واللہ غفور رحیم۔ (سورۃ توبہ)

بے شبہ جو لوگ ایمان لائے اور جنہوں نے ہجرت کی اور اللہ کی راہ میں جہاد کیا۔ یہی لوگ اللہ کی رحمت کی امید رکھ سکتے ہیں اور اللہ تعالیٰ تو بڑا کمزوریوں کو ڈھانکنے والا اور بڑا مہربان ہے۔

ہجرت کے تیسرے سال دشمن دامنِ اُحد میں پڑاؤ ڈالے ہوئے تھے' اُحد مدینے سے تھا ہی کتنی دور! دو تین میل کی تو بات تھی!

شور تھا کہ .... کافر بڑی تیاریوں سے آئے ہیں۔ تین ہزار کی فوج ہے۔ اس میں سات سو زرہ پوش ہیں .... آہن پیکر فولادِ شکن! سات سو گھوڑے۔ اور تین ہزار اونٹ ساتھ ہیں۔ ابوسفیان اور عکرمہ تلے بیٹھے ہیں کہ کوئی صورت ہو مسلمانوں سے بدر کا بدلہ چکائیں۔

ادھر مسلمان بھی جہاد کی تیاریوں میں لگے تھے .... جواں قطار در قطار طفل و پیر صف بصف! مگر یہ سب چھوٹے بڑے ملا کر کل کتنے تھے۔ ہزار بھی تو نہیں۔ بچے چھانٹ دیئے گئے اور منافق عین موقع پر بھاگ گئے تو معلوم ہوا اللہ کے سپاہیوں کی تعداد سات سو سے آگے نہیں بڑھتی۔ زرہ پوش مشکل سے سو ہوں گے لیکن گھوڑے کل دو ہی تھے۔ ایک مجاہد اعظم ﷺ کے پاس تھا۔ ایک حضرت ابو بردہؓ کے پاس۔ باقی تمام اللہ کے سپاہی پا پیادہ تھے۔ جو بھی صورت تھی سر فروش جان کی بازی لگانے کے لئے تیار تھے۔

جمعہ کا دن تھا۔ ابھی مدینے کی گلیوں سے اللہ والوں کا قافلہ نکلا نہ تھا' تیاریاں عروج پر تھیں۔ مجاہد ایک دوسرے سے مل رہے تھے۔ ایک دوسرے کو مدد دے رہے تھے کسی کی پرانی تلوار صیقل کی جا رہی تھی۔ کسی کی نیام جوڑی جا رہی تھی کوئی اپنی کمان درست کرتا پیکان جوڑتا تیر بناتا تھا۔ کوئی اپنی برچھی بھالے پر باڑھ رکھ رہا تھا۔ اُسدُ الغابہ میں ہے حضرت سعد بن وقاص کہتے ہیں۔ لڑائی پر نکلنے سے ایک دن پہلے میرے پاس عبداللہ بن جحشؓ آئے .... چالیس سال کی عمر' درمیانہ قد' مضبوط ہاتھ پاؤں کے آدمی تھے۔ چہرے سے صاف معلوم ہوتا تھا کہ سختیاں برداشت کرنے کے عادی تھے۔ ایک عزم آہنی آنکھوں سے جھانکتا تھا۔ اس وقت ایک ہی موضوع تھا جس پر مسلمان بات کرسکتے تھے۔ یہ دونوں دوست بھی مل بیٹھے تو آنے والی لڑائی ہی کا قصہ چھڑ گیا۔ دونوں نے ایک دوسرے سے کہا......... آؤ! اللہ پاک سے دعا مانگیں کہ میدان جنگ میں ہمارا حوصلہ بندھا رہے۔ حضرت سعدؓ نے دعا مانگی......... اے خدا! کل جو دشمن میرے مقابلے میں آئے وہ بہادر ہو' پھرتیلا ہو' جوشیلا ہو تاکہ میں تیری راہ میں اسے ماروں! حضرت سعد کا مقصد یہ تھا کہ دشمن کا بہادر سے بہادر آدمی مقابلے پر آئے اور ان کے ہاتھ سے مارا جائے۔ تاکہ دشمن اس کا حشر دیکھ کر ڈر جائیں۔ حضرت سعدؓ نے اس لڑائی میں بڑے جوہر دکھائے۔ اس لڑائی میں ان کی بے پناہ تیر اندازی کی داد دیتے ہوئے مجاہد اعظم ﷺ نے فرمایا کہ......... سعد! میرے ماں باپ تم پر فدا ہوں تیر پر تیر چلاؤ! یہی حضرت سعدؓ تھے جو بعد میں فاتح سلطنت عجم ہوئے۔

ایک دوست دعا مانگ چکا تو اب دوسرے دوست نے بارگاہ صمدیت میں اپنے دونوں ہاتھ پھیلائے......... دعا مانگنے! دل کی مرادیں تھیں کہ سننے والا سن کر چونک جائے۔ گھر بار کے آدمی تھے۔ بیوی بچوں کا ساتھ تھا۔ عزیزوں رشتہ داروں کی کمی نہ تھی۔ حضور اکرمؐ کے چہیتے تھے۔ عبداللہ بن جحش نے دعا مانگی تو صحت و سلامتی کی نہیں' جرأت و بہادری کی نہیں' عزم و حوصلے کی نہیں بلکہ اس ہمت کے دھنی اور جرأتوں کے پیکر کو ان میں سے کسی کی ضرورت ہی نہ تھی۔ نہ کوئی خیال تھا جو مجاہد کو اس وقت ستاتا تھا......... بیوی بچوں کا خیال! عزیزوں رشتہ داروں کا خیال! دنیا کی ہماہمی یا رونق کا خیال!......... نہیں کچھ بھی نہیں! بے نیازِ این و آں' بے نیازِ دو جہاں' مجاہد خدا کو تو کچھ اور ہی لو لگی تھی۔ حضرت ابنِ جحشؓ نے اس موقع پر دعا مانگی کہ......... مولا! کل جب جنگ کی بھٹی سلگ اٹھے اور تیرے سرفروش سرگرم جہاد ہوں تو اے خالقِ اعصار و نگارندہ آفات! میرے مقابل ایک ایسا دشمن بھیج جو بہادروں کا بہادر' جیالوں کا جیالا ہو اور میں اس سے لڑوں......... تیرے رسول کے لئے! تیرے لئے! اور تیری بارگاہ میں حضوری کے لئے! میں تیری راہ میں نکلوں تو پھر لوٹ کر کسی اور راہ پر نہ جاؤں! یہ قدم جب تیری طرف بڑھیں تو پھر کسی اور طرف نہ اٹھیں اے اللہ! مجھے توفیق دے کہ میں اپنی پوری قوتیں بروئے کار لا کر لڑتا رہوں' لڑتا رہوں تا آنکہ تیری بارگاہ میں پہنچ جاؤں! دشمن اپنا جوش انتقام پورا کرلیں۔ میرے کان کاٹیں' میری ناک کاٹیں' میری آنکھیں نکال لیں اور جب

میں تیری بارگاہ میں پہنچوں اور تو مجھ سے سوال کرے کہ اے عبداللہ! یہ تیرے کان' ناک کیوں کاٹے گئے تو میں عرض کرسکوں کہ..........ربی! تیری محبت میں تیرے حبیب کی محبت میں!

حضرت سعدؓ کہتے ہیں جب انہوں نے دعا ختم کی تو قسم کھائی ....خدایا! میں تیری قسم کھاتا ہوں تیری ذات پاک کی قسم! کہ کل میدان جنگ میں یہی ہوگا! یہی کچھ جس کی میں دعا کر رہا ہوں! ....مجاہد کی آرزو بھی کیا آرزو تھی؟

دو عالم سے کرتی ہے بیگانہ دل کو
عجب چیز ہے لذت آشنائی

ہفتے کا دن آیا تو سورج کے ساتھ حریفوں کے لشکر بھی طلوع ہوئے۔ خیر وشر باہم گردست ہوگئے۔ باطل حق پر جھپٹ پڑا۔ حق باطل سے لپٹ گیا.......... برپا تھی رزم خیر وشر لگی تھی آگ چواطراف!..........کوئی آج عبداللہ جحشؓ کو دیکھتا دراتے دشمن کی صفوں میں ٹوٹ پڑے! مقابل میں جو جیالا نظر آتا اسے تلوار کی نوک پر دھر لیتے۔ ان کے ہاتھ مین تلوار نہیں اک برق تھی کہ کوندر ہی تھی۔ ابھی یہاں ابھی وہاں! دشمن کے بڑے بہادر سامنے آنے سے کتراتے اور پیٹھ پھیر دیتے تھے۔ ابن جحشؓ کے تیور ہی کچھ ایسے تھے۔ جسم وجان کی انہیں فکر تھی ہی نہیں!

ابن اثیر لکھتے ہیں کہ تلوار نے ان کے جوش جہاد کا ساتھ نہ دیا.......... تلوار بھلا کیا کام دیتی؟ مجاہد کا قد خون میں ڈوبی ہوئی تلوار بنا تھا! اسی حال میں تلوار کے ٹکڑے جمع کئے خدمت نبویؐ میں پہنچے۔ تلوار کے ٹکڑوں کو نذر گزارنا۔ حضور اکرمؐ نے کھجور کی ایک چھڑی انہیں مرحمت فرمائی۔ جیسے ناتواں جسم میں جان آگئی۔ ابن جحشؓ پھر معرکہ گرم میں کود پڑے۔ یہ چھڑی تھی تلوار تو نہیں لیکن مجاہد کے ہاتھ میں یہی چھڑی تیغ دو پیکر کی طرح براں تھی۔

کافروں کے قبیلہ ثقیف کے ابوالحکم بن اخنس نے دیکھا کہ مجاہد غضب ڈھا رہا ہے تو موقع کی تاک میں لگ گیا اور آخر اپنا وار کرنے میں کامیاب ہوگیا۔ کامیاب ہوا تو سینے پر چڑھ دوڑا۔ کان کاٹے' ناک کاٹی' آنکھیں نکالیں۔ ایک ڈوری میں پروکر آگے بڑھ گیا تا آنکہ فرشتے مجاہد کی روح کو لیے جوار رحمت میں پہنچ گئے۔

لاشیں دفنائی جارہی تھیں۔ حضور اکرمؐ نماز جنازہ پڑھا رہے تھے۔ حضرت امیر حمزہؓ کے ساتھ حضرت عبداللہ بن جحشؓ کو بھی رکھا گیا۔ ماموں بھانجے ایک ہی قبر میں دفن کیے گئے۔ دونوں کو مثلہ کیا گیا۔ دونوں نے اس لڑائی میں بینظیر شجاعت کا مظاہرہ دکھلایا تھا۔ مٹی دینے والوں میں حضرت سعد بن ابی وقاصؓ بھی تھے۔ بولے..........اللہ کی قسم! عبداللہؓ کی دعا میری دعا سے بہتر تھی!